نزول قرآن
مؤلف
قاری محمد ارشاد علی

ترتیب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

نزول قرآن

حصول علم کے ذرائع:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اِس کرہ ارض پر آزمائش کیلئے بھیجا ہے سورہ [الملک: ۲] ﴿ الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ﴾ اور انسان کے ذریعے کچھ فرائض عائد کر کے پوری کائنات کو اسکی خدمت میں لگا دیا ہے۔ اس اعتبار سے انسان کیلئے ضروری ہو گیا کہ وہ حسب ذیل دو کام انجام دے۔

(۱) تخلیق کائنات سے کام لینا۔
(۲) کام لیتے وقت احکام الٰہی کو پیش نظر رکھنا۔

مذکورہ دو کاموں کیلئے انسان کو ضروری ہو گیا ہے کہ وہ جان لے کہ کائنات کی چیزیں جن کو وہ استعمال کرتا ہے انکی خاصیت - کیفیت - ماہیت کیا ہے؟ پھر ان کے استعمال کرنے میں مرضی الٰہی کیا ہے؟ یعنی وہ ایسے استعمال کو پسند فرماتا ہے یا نہیں یا اس سے منع فرماتا ہے۔ چنانچہ ان باتوں کو جاننے کیلئے علم کی ضرورت لاحق ہوتی ہے اور علم کے ذرائع حسب ذیل ہیں۔

(۱) حواس (۲) عقل (۳) وَحیِ اِلٰہی

علم کے ان تینوں ذرائع میں ہر ایک کا ایک خاص دائرہ کار اور حد مقرر ہے حواس کے ذریعے جو علم حاصل ہوتا ہے اِس کا ایک دائرہ ہے پھر اسکے آگے عقل اپنا کام کرتی ہے لیکن اس کی بھی ایک حد ہے اسکے آگے کی باتوں کا پتہ اس کو نہیں ہے ؟

گزر جا عقل کے آگے کہ یہ نور
چراغ راہ ہے منزل نہیں ہے

عقل واقف نہیں ہے نیک و بد سے
گزر جاتی ہے ظالم اپنی حد سے

خدا جانے مجھے کیا ہو گیا ہے
خرد بیزار دل سے دل خرد سے

اقبالؔ

ایسی صورت میں وحی، انسان کیلئے گویا اعلیٰ ترین ذریعہ علم ہے اور یہہ اسکی طرف سے ہے جو خالق ہے ساری تخلیق کا۔

ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ ، خالق ، تخلیق تو کر دے لیکن اسکے استعمال کا طریقہ اشرف المخلوقات کو نہ بتلائے۔ جس رہنمائی کے اس باقاعدہ نظام کو جو نام دیا گیا ہے وہ وحی اور رسالت ہے۔ اس لحاظ سے وحی ایک دینی اعتقاد ہی نہیں بلکہ ایک عقلی ضرورت ہے۔

نزول وحی کے پانچ طریقے ہیں :-

ایک مرتبہ حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ و سلم سے دریافت کیا کہ آپ پر وحی کس طرح نازل ہوتی ہے آپ نے فرمایا کہ

(۱) کبھی تو مجھے گھنٹی کی سی آواز سنائی دیتی ہے اور وحی کی یہہ صورت میرے لئے سب سے زیادہ سخت ہوتی ہے پھر یہ سلسلہ جب ختم ہو جاتا ہے تو جو کچھ اس آواز نے کہا ہوتا ہے مجھے یاد ہو چکا ہوتا ہے۔اس طریقہ نزول کے بارے میں بتلایا گیا ہے کہ جب سخت جاڑوں میں اس کیفیت سے وحی نازل ہوتی تو آپ کی پیشانی مبارک سے پسینہ کی بوندیں ٹپکتیں، سانس کا رکنے لگنا، چہرہ انور زرد پڑ جانا اور اگر اس دوران میں کسی سواری پر ہوتے تو وہ بوجھ کی وجہ سے بیٹھ جاتی۔
بعض اوقات اس وحی کی ہلکی ہلکی آواز دوسروں کو بھی محسوس ہوتی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ جب آپ پر وحی نازل ہوتی تو چہرہ انور کے قریب، شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ جیسی آواز سنائی دیتی تھی۔

(۲) دوسری صورت، نزول وحی کی یہ تھی کہ فرشتہ کسی انسانی شکل میں آپ کے پاس آکر اللہ کا پیغام پہنچا دیتا تھا۔ چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت دحیہ کلبی کی صورت میں تشریف لایا کرتے تھے۔ بعض اوقات کسی دوسری صورت میں بھی تشریف لائے ہیں یہ طریقہ نزول وحی ،آپ کیلئے بہت آسان تھا۔

(۳) وحی کی تیسری صورت یہ ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ، کسی انسان کی شکل اختیار کئے بغیر اپنی اصلی صورت میں دکھائی دیتے تھے لیکن ایسا آپکی عمر میں

صرف تین مرتبہ ہوا ہے۔ ایک مرتبہ جبکہ آپ نے ان کو اپنی اصلی شکل میں دیکھنے کی خواہش ظاہر کی دوسری مرتبہ شب معراج میں اور تیسری مرتب نبوت کے بالکل ابتدائی زمانے میں مکہ مکّرمہ میں۔

(۴) چوتھی صورت نزول وحی کی یہ ہے کہ براہ راست اور بلا واسط، اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کی ہے یہ شرف آپ کو بحالت بیداری اور ایک مرتبہ خواب میں بھی آپ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے ہیں۔ ایک مرتبہ شب معراج میں حاصل ہوا ہے۔

(۵) پانچویں صورت یہ ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا کسی بھی صورت میں سامنے آیئے بغیر آپ کے قلب مبارک میں کوئی بات القاء فرما دیتے تھے اس کو اصطلاح میں "النفث فی الروع" کہتے ہیں۔

تاریخ نزول قرآن

قرآن کلام الٰہی ہے۔ ازل سے لوح محفوظ میں موجود ہے۔ پھر لوح محفوظ سے اسکا نزول دو مرتبہ ہوا ہے۔ ایک مرتبہ یہ پورے کا پورا آسمانی دنیا کے بیت المعمور میں نازل کیا گیا۔ (بیت المعمور، کَعۡبَۃُ اللہ کے محاذات میں آسمانوں پر فرشتوں کی عبادت گاہ ہے۔) پھر یہ نزول لیلۃ القدر میں ہوا تھا۔ پھر دوسری مرتبہ آہستہ آہستہ تھوڑا تھوڑا حسب ضرورت اور حسب موقع ۲۳ سال میں نزول کی تکمیل ہوئی۔ چنانچہ نزول قرآن کی یہ دو صورتیں خود قرآن کریم سے بھی واضح ہیں۔ اس لحاظ سے قرآن مجید دو جگہ محفوظ ہو گیا۔ ایک بیت المعمور میں دوسرا لوح محفوظ ہیں۔ نزول کی ابتداع ماہ رمضان میں لیلۃ القدر میں ہوئی۔

مکّی اور مدنی آیات اور ان کی خصوصیات

مفسرین کی اصطلاح میں مکّی آیات وہ ہیں جو ہجرت سے قبل نازل ہوئیں تھی خواہ وہ مِنیٰ میں ہوں یا عرفات میں یا سفر معراج کے دوران، یہاں تک کہ جو آیات سفر ہجرت کے دوران نازل ہوئیں وہ بھی مکّی آیات کہلاتی ہیں۔ اس طرح وہ آیات جو بعد ہجرت مدینہ میں نازل ہوئیں یا غزوات میں جیسے فتح مکّہ یا غزوہ حدیبیہ کے موقع، پر خاص شہر مکّہ یا مضافات مکّہ نازل ہوئی وہ سب کے سب مدنی آیات ہیں۔ بعض سورتیں ایسی ہیں کہ وہ پوری مکّی یا مدنی نہیں ہیں بلکہ بعض آیات مکّی یا مدنی آگئی ہیں۔

خصوصیات کی بنا پر مکی یا مدنی ہونے کا طریقہ

(۱) ہر وہ صورت جس میں لفظ کَلّا (ہر گز نہیں) آیا ہے وہ مکّی ہے چنانچہ یہ لفظ ۱۵ سورتوں میں آیا ہے اور ۳۳ مرتبہ آیا ہے اور یہ ساری آیتیں قرآن کریم کے آخری نصف حصّے میں ہیں۔

(۲) ہر وہ سورت جس میں حنفی مسلک کے مطابق کوئی آیت سجدہ ہے وہ مکّی ہے۔

(۳) سورہ بقرہ کے سوا ہر وہ سورت جس میں آدم اور ابلیس کا ذکر ہے وہ مکّی ہے۔

(۴) ہر وہ سورت جس میں جہاد کے احکام ہیں وہ سورت مدنی ہے۔

(۵) ہر وہ آیت جس میں منافقوں کا ذکر ہے وہ مدنی ہے۔

(۶) مکّی سورتوں میں عموماً يَا أَيُّهَا النَّاسُ سے خطاب کیا گیا ہے۔ اور مدنی سورتوں میں اکثر يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا سے خطاب ہے۔

(۷) مکّی آیات اور سورتیں عموماً چھوٹی چھوٹی اور مختصر ہیں اور مدنی آیات اور سورتیں طویل اور مُفَصَّل ہیں۔

(۸) مکّی سورتوں میں زیادہ تر توحید ،رسالت اور آخرت کے اِثبات ، حشر و نشر، حضور صلعم کو صبر و تسلی اور تلقین اور پچھلی اُمّتوں کے واقعات وغیرہ ہیں لیکن مدنی سورتوں میں خاندانی تمدنی قوانین، جہاد اور قتال کے احکام اور حدود و فرائض بیان ہوئے ہیں۔

(۹) مکّی سورتوں میں زیادہ تر مقابلہ بت پرستوں اور مدنی سورتوں میں اہل کتاب اور منافقین سے ہے۔

(۱۰) مکّی سورتوں کا انداز بیان زیادہ ترپُر شکوہ ہے اس میں تمثیلیں زیادہ ہیں اور ذخیرہ الفاظ بہت وسیع ہے۔ اسکے برخلاف مدنی سورتوں کا انداز بیان نسبتاً سادہ ہے۔ مکّی زندگی میں سابقہ چونکہ عرب بت پرستوں سے تھا اور علمی سطح پر ابطال بت پرستی ضروری تھا۔ اسلئے اس دور میں زیادہ زور عقائد کی درستی، اخلاق کی اصلاح اور قرآن کے اعجاز پر دیا گیا ہے۔ اور مدنی زندگی میں چونکہ نظریاتی مقابلہ اہل کتاب سے تھا اسلئے یہاں احکام و حدود اور فرائض کے احکامات کی تعلیم پر زور دیتے ہوئے اہل کتاب کے نظریات کی تردید پر توجہ دیگئی۔

نزول قرآن تدریجی کیوں رہا؟

امام رازی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضور مسلم اُمّی تھے اس لئے اگر سارا قرآن ایک مرتبہ نازل کر دیا جاتا تو اسکا یاد رکھنا اور ضبط کرنا دشوار ہو جاتا۔ اس کے برخلاف موسیٰ علیہ السلام لکھنا پڑھنا جانتے تھے اسلئے تورات ایک مرتبہ نازل کر دیا گیا۔

اگر پورا قرآن ایک مرتبہ نازل کر دیا جاتا تو احکام کی پابندی فوراً لازم ہو جاتی۔ حضور پر ہر روز نئی نئی اذیتیں ہوتیں اس لئے تدریجی نزول تسکین قلب کا سبب بنا۔ قرآن کریم کا بڑا حصّہ لوگوں کے سوالات کے جوابات سے متعلق ہے اس سے مسلمانوں کی بصیرت بھی بڑھتی ہے۔

قرآن کریم کے سات حروف اور قرأتیں

حدیث: إنَّ هذا القُرْآنَ أُنْزِلَ علَى سَبْعَةِ أحْرُفٍ، فاقْرَؤُوا ما تَيَسَّرَ منه.

قرآن کریم کی جو قرأتیں اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہیں ان میں باہمی فرق اور اختلاف کل سات (۷) قسموں کا ہے۔ وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) اسماء کا اختلاف : اسم کسی قرأت میں واحد تو کسی قرأت میں تثنیہ اور کسی میں جمع استعمال کیا گیا ہے۔ جیسے

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ اور دوسری قرأت میں كَلِمَاتُ رَبِّكَ ہے۔

(۲) افعال کا اختلاف: کہ کسی قرأت میں صیغہ ماضی تو کسی میں مضارع اور کسی میں امر ہے۔ جیسے رَبَّنَا بَاعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا ہے دوسری قرأت میں رَبَّنَا بَعِّدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا ہے۔

(۳) وُجُوہ اعراب کا اختلاف : جس میں زیر، زبر اور پیش کا فرق پڑ جاتا ہے۔ جیسے لَا يُضَارَّ كَاتِبٌ کی جگہ لَا يُضَارُّ كَاتِبٌ اور ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ کی جگہ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدِ ہے

(۴) الفاظ کی کمی بیشی کا اختلاف: ایک قرأت میں کوئی لفظ کم اور دوسری میں زیادہ جیسے تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ دوسری جگہ تَجْرِي تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ہے۔

(۵) تقدیم و تاخیر کا اختلاف: ایک قرأت میں ایک لفظ مقدم ہے اور دوسری میں مؤخّر۔ جیسے وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ہے اور دوسری قرأت میں وَجَاءَتْ سَكْرَةُ لْحَقِّ بِا لْمَوْتِ ہے۔

(۶) بدلیت کا اختلاف: کہ ایک قرأت میں ایک لفظ ہے اور دوسری قرأت میں اس کی جگہ دوسرا لفظ۔ جیسے نُنْشِزُهَا اور نَنْشِرُهَا، اسی طرح فَتَبَيَّنُوا اور فَتَثَبَّتُوا اسی طرح طلح اور طلع۔

(۷) لہجوں کا فرق: جس میں تفخیم، ترقیق، امالہ، قصر، مد، اظہار اور ادغام وغیرہ کے اختلاف شامل ہیں۔ یعنی اس میں لفظ نہیں بدلتا لیکن پڑھنے کا طریقہ بدل جاتا ہے جیسے موسیٰ کو موسی کی طرح پڑھتے ہیں۔ ایک قرأت امالہ کے ساتھ ہے، اور دوسری میں بغیر امالہ کے ہے

بہر حال اختلاف قرأت کی ان سات نوعیتوں کے تحت بہت سی قرأتیں نازل ہوئیں تھیں اور ان کے باہی فرق سے معنی میں کوئی قابل ذکر فرق نہیں پڑتا صرف تلاوت کی سہولت کیلئے اسکی اجازت دی گئی ہے۔

نقطے اور حرکات

اہل عرب میں ابتداءً حروف پر نقطے لگانے کا رواج نہیں تھا۔اور پڑھنے والے اِس طرز سے تلاوت کے اس قدر عادی تھے کہ انکو بغیر نقطوں کی تحریر پڑھنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی تھی۔اور سیاق اور سباق کی مدد سے مشتبہ حروف میں آسانی سے امتیاز بھی ہو جاتا تھا۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے نقطے حضرت ابو الاسود دؤلی رحمہ للہ نے انجام دیا۔اور حرکات کا کام حجاج ابن یوسف نے یحییٰ بن یعمر رحمہ للہ اور نصر بن عاصم اللیثی رحمہ للہ سے کرایا۔اسطرح ۸۶ھ میں سب سے پہلے نقطے لگائے گیئے اور اعراب ۴۳ھ میں لگائے گیئے۔

اَحْزوب یا مَنْزِلیں

حَزَبَ -- یَحْزَبُ - حَزْباً - قرآن کا ایک حصّہ مقرر کر کے پڑھنا۔

حِزبٌ= حصّہ۔ ج اَحْزَاب حصّے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ اجمعین اور تابعین کرام کا معمول تھا کہ وہ ہر ہفتہ ایک قرآن ختم کر لیتے تھے۔اس مقصد کیلیئے انہوں نے روزانہ تلاوت کی ایک مقدار مقرر کر دی تھی جسکو حِزبٌ یا منزل کہا جاتا ہے۔اس طرح پورے قرآن کو کل سات اَحْزاب یا منزلوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔

(۱) پہلی منزل سورہ الفاتحہ سے سورہ النساء تک

(۲) دوسری منزل سورہ المائدہ سے سورہ التوبہ تک

(۳) تیسری منزل سورہ یونس سے سورہ النحل تک

(۴) چوتھی منزل سورہ بنواسرائیل سے سورہ الفرقان تک

(۵) پانچویں منزل سورہ الشعرآء سے سورہ یسٓ تک

(۶) منزل سورہ الصافآت سے سورہ الحجرات تک

(۷) ساتویں منزل سورہ ق سے سورہ الناس تک

رکوع کا تعیّن

رکوع کا تعیّن، قرآن کریم کے مضامین کے لحاظ سے کیا گیا ہے۔ یعنی ایک سلسلہ کلام ختم ہوا تو وہاں رکوع کی علامت لگا دی گئی۔ ایسی علامت کا مقصد، آیات کی ایک ایسی مقدار متوسط کا تعیّن ہے جو ایک رکعت میں پڑھی جا سکے۔ اور اس کو رکوع بھی اسلئے کہتے ہیں کہ نماز میں نمازی اس جگہ پہنچ کر رکوع کرتا ہے۔

رَكَعَ - يَرْكَعُ = رَكَعاً = رُكُوْعاً = سر جھکانا، رکوع میں جانا۔

علماء کرام نے قرآن کریم کو (۵۴۰) رکوع میں تقسیم کیا ہے تا کہ رمضان میں تراویح میں روزانہ ۲۰ رکوع پڑھتے ہوئے، ۲۷ ویں شب، قرآن مجید ختم ہو سکے

۲۰ * ۲۷ = ۵۴۰ (رکوع)

ع	
۱ -->	پہلا رکوع ختم ہوا
۷ -->	اوپر کے رکوع میں ۷ آیات
۱ -->	یہہ پارے کا رکوع ہے

اجزائے قرآن یا پارے

۳۰ پاروں میں قرآن کی تقسیم غالباً دور صحابہ کرام کے بعد تعلیمی سہولت کے اعتبار سے کی گئی ہے۔ فارسی میں پارہ کے معنی ٹکڑا ہے۔اور سی کے معنی ۳۰ کے۔

سِیپارہ=قرآن کو ۳۰ حصّوں میں تقسیم کیا گیا۔

قرآن کی تقسیم ۳۰ پاروں میں حجاج ابن یوسف کے زمانہ میں ہوئی یعنی ۸۷ھ تا ۹۵ھ۔ تاکہ ایک ماہ میں پورا قرآن پارے کے اعتبار سے پڑھا جائے۔

قرآن میں علامات اَخْماس اور اَعْشار

یعنی قرآن مجید کے حاشیہ پر ہر پانچ آیات کے بعد لفظ خَمس یا "خ" اور ہر ۱۰ آیت پر لفظ "عَشَرَ" یا "ع" لکھ دیتے ہیں پہلی قسم کی علامت کو اَخْماس اور دوسری کو اَعْشار کہا جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ مصحف میں ایسے نشان لگانے کو مکروہ سمجھتے تھے۔

لفظ قرآن: دو لفظوں سے لیا گیا ہے۔(قِرَأَ – یَقْرَأُ – قِرَاءَۃً = قُرْآناً) اور دوسرے معنی قَرَیَ – یَقْرِیْ – قِراءً= قُرْآناً جمع کرنا، یعنی بار بار پڑھنا یا بار بار پڑھی جانے والی کتاب۔ دوسرے معنی (قرآناً) سورتوں کو آپس میں جمع یا ملانا۔

علوم تفسیر قرآن کے چھ سر چشمے

فَسَّرَ – یُفَسِّرُ – تَفْسِیْراً= واضح کرنا، پوشیدہ کو ظاہر کرنا۔

مُفَسِّرٌ اسم فاعل، مُفَسَّرٌ اسم مفعول،تَفْسِیْرٌ اسم مصدر وضاحت

(۱) قرآن کریم : قرآن کریم کی ایک آیت ، دوسری آیت کی تفسیر و توضیح کرتی ہے۔ چنانچہ مُفسّر جب کسی آیت کی تفسیر کرتا ہے تو وہ سب سے پہلے قرآن ہی میں تلاش کرتا ہے۔

(۲) حدیث رسول معلم : حضور اکرم صلعم کے اقوال، افعال کو کہتے ہیں کیونکہ آپ کی ساری زندگی قرآن مجید کی تفسیر ہے۔ اس طرح احادیث کی روشنی میں کتاب اللہ کے معنی متعین کیے جاتے ہیں۔ قرآن مجید کی ٦٦٦٦ آیات کی تشریح احادیث کی روشنی میں ہوتی ہے جو اندازے سے ۲۵ ہزار ہیں۔ علماء کرام کا کہنا ہے کہ کوئی ۵۰۰ احادیث ہیں جو اسلامی احکام کا احاطہ کرتی ہیں

صحاح ستّہ اور اصحاب صحاح ستّہ

(۱) صحیح بخاری (امام بخاری)

محمد بن اسماعیل البخاری ۱۹۴ھ تا ۲۵٦ھ

(۲) صحیح مسلم (امام مسلم)

مسلم بن حجاج النیشاپوریؒ ۲۰۴ھ تا ۲٦۱ھ

(۳) جامع ترمذی (امام ترمذی)

ابو عیسٰی محمد بن ترمذیؒ ۲۰۹ھ تا ۲۷۹ھ

(۴) سنن ابی داؤد (امام ابو داؤد)

ابو داود سلیمان بن اشعثؒ ۲۰۲ھ تا ۲۷۵ھ

(۵) سنن نسائی (امام نسائی)

احمد بن شعیب النسائیؒ ۲۱۴ھ تا ۳۰۳ھ

(۶) سنن ابنِ ماجہ (امام ابنِ ماجہ)

محمد بن یزید ابن ماجہؒ ۲۰۷ھ تا ۲۷۵ھ

عہد نبوی کے کاتبین وحی ۴۰ تھے

ان میں زیادہ مشہور یہ حضرات ہیں ،ابو بکر صدیقؓ ، عمر بن خطابؓ، عثمان بن عفانؓ، علی بن ابی طالبؓ، ابی بن کعبؓ، عبداللہ بن ابی سرحؓ، زبیر بن العوامؓ، خالد بن سعیدؓ، ابان بن سعید بن العاصؓ، حنظلہ بن ربیعؓ، معیقیب بن ابی فاطمہؓ، عبداللہ بن ارقمؓ، شرحبیل بن حسنہؓ، عبداللہ بن رواحہؓ، عامر بن فہیرہؓ، عمرو بن العاصؓ، ثابت بن قیسؓ، مغیرہ بن شعبہؓ، خالد بن ولیدؓ، معاویہ بن ابی سفیانؓ، زید بن ثابتؓ۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش مبارک

۱۲ربیع الأول ، عام الفیل مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۰ء

تاریخ نبوت : ۱۰اگسٹ ۶۱۰ء

مدت قیام مکّہ : ۱۳سال ۶۱۰ء تا ۶۲۲ء

ہجرت مبارکہ : ۸/ربیع الاول ۱۴ نبوی م ۲۳ سپٹمبر ۶۲۲ء مگر چونکہ قمری ماہ محرم ہے اسلئے تاریخ کا تعین یکم محرم ۱ھ ۱۵ جون ۶۲۲ء ہے۔

(دو ماہ ۸ دن پیچھے ہٹ کر اس کا تعین کیا گیا۔)

مدت قیام مدینہ : ۶۲۲ء تا ۶۳۲ء ۱۰ سال
جملہ مدت نبوت : ۲۳ سال ہے۔

تاریخ وفات : ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ م ۸/جون ۶۳۲ء ، بوقت زوال،.بروز دو شنبہ بمقام مدینہ ، عمر ۶۳ سال، بوقت وفات اسلام ۳۰ لاکھ مربع میل تک پھیل چکا تھا۔

ذات عالی پہ بار بار درود

بار بار اور بے شمار درود

اَحْمَدِ مُجْتَبٰی مُحَمَّد مُصْطَفٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اَحْمَدِ : اسم تفضیل کا صیغہ ہے احمد لیکن اردو میں اَحْمَدِ مُجتبیٰ کہتے ہیں۔اَحْمَدِ (باب سَمِعَ) حَمِدَ — یَحْمِدُ = تعریف کرنا فضیلت کی وجہ سے = حَمْدًا مصدر

مُجْتَبٰی : (باب افتعال) اِجْتَبی — یَجْتَبی = اِجْتِبَاءً = پسند کرنا۔ چن لینا۔
مُجْتَبِی ۔اسم فاعل ، مُجْتَبٰی اسم مفعول پسند کیا ہوا، منتخب کیا ہوا۔

مُحَمّدٌ : (باب تفعیل) حَمَّدَ - یُحْمِدُ — تَحْمِیداً = بار بار تعریف کرنا، مُحَمِّدٌ اسم فاعل ، مُحَمَّدٌ اسم مفعول = تعریف کیا ہوا۔

مُصْطَفٰی : (باب افتعال) اِصْطَفٰی - یَصْطَفِیْ = اِصْطِفَاءً منتخب کرنا، پسند کرنا۔
مصطفی = اسم مفعول منتخب کیا ہوا۔(ترجمہ ۔اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت کاملہ اور سلامتی نازل فرمائے)

صَلّی اللہُ : فعل با فاعل ، علی حرف جار، اَلْھاء معطوف علیہ ، و عاطفہ، سَلَّمَ فعل با فاعل، جملہ ہو کر معطوف ، معطوف علیہ اور معطوف مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق فعل صَلّی اللہُ ۔ جملہ دعائیں انشائیہ ہوا۔ محمد، حمد کا مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اللہ کی سب سے زیادہ تعریف کرنے والا۔

تفسیر قرآن مجید کا تیسرا سر چشمہ

اقوال صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین

جن آیات کی تفسیر خود قرآن اور حدیث سے نہ معلوم ہو سکے تو پھر صحابہ کرام کے قول کو دیکھا جاتا ہے۔ کیونکہ اصحاب کرام خود حضور سے راست قرآن کریم کی تعلیم حاصل کیے ہیں اسکے علاوہ نزول وحی کے وقت وہ موجود تھے اور وہ نزولِ قرآن کے پورے ماحول اور پس منظر سے واقف تھے۔

تابعین کرام کے اقوال : تابعین کرام حضرات ، صحابہ سے تفسیر سیکھے تھے۔ اور ان کے اقوال بھی علم تفسیر میں بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔

لُغَتِ عرب : قرآن مجید چونکہ عربی زبان میں نازل ہوا ہے اسلئے اسکی تفسیر کیلیے اس زبان پر مکمل عبور حاصل ہونا ضروری ہے۔ اسلئے کہ جہاں کہیں کسی آیت میں شان نزول نہ ہو اور صحابہ اور تابعین کے اقوال نہ ہوں تو تفسیر کا ذریعہ صرف لغت عرب ہی ہوتی ہے۔

تَدَبُّر و اَستِنبَاط : قرآن کریم کے نکات و اسرار اک بحر نا پیدا کنار ہے تو جو جس قدر غور کرتا ہے تو اسکو اتنے ہی اسرار اور نکات ملتے ہیں لیکن یہہ اسرار و نکات اُسی

وقت قابل غور ہوتے ہیں جبکہ وہ مذکورہ بالا ماخذ سے متصادم (ایک دوسرے سے ٹکرانے والا) نہ ہوں۔ اور قرآن اور سنت اور شریعت کے بنیادی اصولوں کے خلاف نہ ہوں۔

تفسیر کی مشہور کتابیں

تفسیر ابن جریرؒ : اس تفسیر کا اصل نام جامع البیان ہے اور یہ علامہ ابو جعفر محمد بن جریر طبریؒ نے ۳۱۰ھ میں تالیف کی۔ یہ اہل سنت کے جلیل القدر عالم ہیں ان کا شمار ائمہ مجتہدین میں ہوتا ہے ان کی تفسیر ۳۰ جلدوں میں ہے اور بعد کی تفاسیر کیلئے بنیادی ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔

تفسیر ابن کثیرؒ : حافظ عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن کثیر دمشقی شافعی رحمہ اللہ کی تصنیف ہے یہ آٹھویں صدی کے ممتاز اور محقق علماء میں سے ہیں ان کی تفسیر چار جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔اس تفسیر میں زیادہ زور تفسیری روایات پر دیا گیا ہے اور خاص بات یہ ہے کہ مصنف روایتوں پر محدّثانہ تنقید بھی کرتے ہیں۔اس لحاظ سے یہ کتاب ایک ممتاز مقام رکھتی ہے۔ان کا وصال ۷۷۴ھ میں ہوا۔

تفسیر القرطبّی رحمہ : تفسیر کا پورا نام جامع الاحکام القرآن ہے۔اندلس کے مشہور اور محقق عالم علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر بن خرح القرطبّی رحمہ ہے فقہ میں امام مالک کے مسلک کے پیرو تھے اس کتاب کا مقصد قرآن کریم سے فقہی احکام و مسائل کا استنباط ہے۔ لیکن اس ضمن میں اُنھوں نے آیتوں کی تشریح، مشکل الفاظ

کی تحقیق، اعراب و بلاغت اور متعلقہ روایات کو بھی تفسیر میں خوب جمع کیا ہے اور یہ کتاب ۱۲ جلدوں میں ہے۔ آپ ۶۷۱ھ میں وفات پائے۔

تفسیر کبیر : یہ امام فخر الدین رازی رحمہ کی تصنیف ہے اور اس کا اصلی نام مفاتیح الغیب ہے۔ لیکن تفسیر کبیر کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کا وصال ۶۰۶ھ میں ہوا۔

تفسیر البحرُ المحیط : یہ علامہ ابوحیان غَرناطی اندلسی رحمہ کی تصنیف ہے۔ جو اسلامی علوم کے علاوہ علم نحو، بلاغت میں خصوصی مہارت رکھتے تھے۔ چنانچہ تفسیر میں بلاغت کا رنگ، الفاظ کی تحقیق، ترکیبوں کے اختلاف اور بلاغت کے نکات بیان کرنے پر خاص زور دیے ہیں ان کا انتقال ۷۵۴ھ میں ہوا۔

اِحکام القرآن للجصاص : یہ ابو بکر جصاص رحمہ کی تصنیف ہے انھوں نے قرآن کریم سے فقہی احکام و مسائل کا استنباط کیا ہے ان کا انتقال ۹۸۰ھ ہو میں ہوا۔

تفسیر الدر المنثور : یہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ کی تصنیف ہے ان کا انتقال ۹۱۰ ہجری میں ہوا۔

تفسیر مظہری : یہ علامہ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمہ کی تصنیف ہے۔ اور اُنھوں نے اپنے شیخ طریقت مرزا مظہر جان جاناں دھلوی رحمہ اللہ کے نام پر اس تفسیر کا نام رکھا ہے۔ تفسیر بہت سادہ اور واضح ہے یہ ۱۲۲۵ھ میں وفات پائے۔

تفسیر روح المعانی : یہ بغداد کے آخری دور کے مشہور عالم علامہ سید محمود آلوسی رحمہ کی تصنیف ہے جو ۳۰ جلدوں پر مشتمل ہے۔انہوں نے تفسیر کو بڑی حد تک جامع بنا نیکی کوشش کی ہے۔ لغت، نحو ،ادب اور بلاعنت کے علاوہ فقہ، عقائد، کلام، فلسفہ ھیئت، تصوف سب شامل کیے ہیں۔تا کہ کوئی علمی گوشہ نامکمل نہ رہے اس لحاظ سے یہہ جامع تفسیر ہے۔ان کی وفات ہے ۱۲۷۰ھ میں ہوئی۔

خلفاء راشدین :

(۱)خلافت حضرت ابو بکر صدیقؓ ۱۱ ہجری تا ۱۳ ہجری = ۲ سال

(۲)خلافت حضرت عمر فاروقؓ ۱۳ ہجری تا ۲۳ ہجری = ۱۰سال ۶ماہ

(۳)خلافت حضرت عثمان غنیؓ ۲۴ ہجری تا ۳۶ ہجری = ۱۲سال

(۴)خلافت حضرت علیؓ ۳۶ ہجری تا ۴۰ ہجری = ۴سال ۹ماہ

اَئمہ اربعہ رحمہم اللہ

(۱) نعمان بن ثابت، امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ۸۰ ہجری تا ۱۵۰ ہجری

(۲) مالک بن انس مدنی رحمۃ اللہ علیہ ۹۳ ہجری تا ۱۷۹ ہجری

(۳) محمد بن إدریس الشافعی رحمۃ اللہ علیہ ۱۵۰ ہجری تا ۲۰۴ ہجری

(۴) اِحمد بن حنبل الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۴ ہجری تا ۲۴۱ ہجری

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ﴾ [القمر: ۱۷]

۱. اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کیلئے آسان کر دیا تو کوئی ہے کہ سوچے سمجھے۔

۲. اور بلا شبہ ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنیکے لیے آسان کر دیا ہے پر کوئی ہے جو نصیحت حاصل کرے۔

تشریح: قرآن کریم کی آیات دو قسم کی ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جن میں عام نصیحت کی باتیں، سبق آموز واقعات، عبرت اور موعظت کے مضامین جیسے دنیا کی ناپائداری، جنت اور دوزخ کے حالات، خوف خدا، فکر آخرت کو پیدا کرنے والی باتیں، زندگی کے حقائق وغیرہ۔

چنانچہ مذکورہ قسم کی تعلیمات کیوجہ سے یہ کہا گیا کہ ہم نے اسکو آسان کر دیا۔ نصیحت کے واسطے۔

دوسری وہ آیات ہیں جو احکام، قوانین، عقائد، علمی مضامین پر مشتمل ہیں ان آیات کا کَمَا حَقُّہٗ سمجھنا اور ان سے احکام و مسائل مستنبط کرنا یہ ہر شخص کا کام نہیں ہے۔ جب تک کہ اسلامی علوم میں بصیرت اور پختگی حاصل نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام با وجود افعل زبان ہونے کے وہ قرآن کی تعلیم میں برسوں صرف کرتے تھے۔

قَرَأَ - یَقْرَأُ - قُرْاناً - قِرْاءَۃً، قَارِیٌ اسم فاعل، قرآن مصدر اسم مفعول کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے جیسے کِتَابٌ بمعنیٰ مَکْتُوبٌ۔ یعنی پڑھی ہوئی کتاب یا بار بار پڑھی جانے والی کتاب، کثرت سے پڑھے جانے والی کتاب۔ (القرآن) اسم علم ہے۔ قرآن دراصل لفظ اور معنی کے مجموعے کا نام ہے

وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلف و جملہ معاونین و اہل و عیال کو اجر کثیر سے نوازے اور اس کتاب کو ان کی میزان میں حسنات کا ذخیرہ بنادے اور اس کا نفع عام فرمادے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو آخرت کا یقین، عقل سلیم اور فکر مستقیم عطا فرمائے۔

مؤلف

قاری محمد ارشاد علی

مولوی عالم (نظامیہ) بی۔ کام (عثمانیہ)

ڈی۔ یف۔ ی۔ ناگپور کالج

مؤلف کتاب "اصلاحی تحفہ" خادم تدریس القرآن

باہتمام

صاحبزادہ محمد طاہر علی